وقف جدید کے سال نو کا اعلان۔ بچوں کو اس مالی قربانی میں زیادہ سے زیادہ شامل کرنے کی تحریک

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍ جنوری ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

۱۹۵۷ء کا سال میری زندگی میں ایک لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سال مجھے دو طرح سے نئی زندگی میں داخل ہونے کا موقعہ ملا۔ ایک تو میری ازدواجی زندگی کا آغاز ۱۹۵۷ء کے آخر پر دسمبر کے مہینے میں ہوا اور دوسرے اسی سال کے آخر پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف جدید کی تحریک کا آغاز فرمایا اور مجھے وقف جدید کی مجلس کا سب سے پہلا ممبر مقرر فرمایا اور اس کے بعد ایک لمبے عرصے تک مجھے وقف جدید میں خدمت کا موقعہ ملا۔ اس لحاظ سے میری باقاعدہ جماعتی خدمت کا آغاز ۱۹۵۷ء میں ہوا۔ اِس واقعہ کو ۳۳ سال گزر چکے ہیں اور آج میں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان کرنے والا ہوں۔ یہ نیا سال ۳۴واں سال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ اس عرصے میں وقف جدید کو غیر معمولی ترقی کی توفیق عطا فرمائی۔ شروع شروع میں یہ تحریک بہت معمولی دکھائی دیتی تھی۔ آغاز بھی غریبانہ تھا اور چال چلن بھی غریبانہ۔ دیہات کے ساتھ اس کا تعلق تھا اور دیہاتی معلّمین جو اِس تحریک کے تابع خدمت پر مامور تھے اُن کا ماہانہ گزارا بھی بہت ہی معمولی بلکہ اتنا معمولی کہ ایک عام مزدور سے بھی بہت کم تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی قناعت کے ساتھ اور بڑی خوش خلقی کے ساتھ اُنہوں نے ہر گزارے پر

گزارہ کیا اور خدمت دین میں بہت جلد جلد آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے کے اندر وقف جدید کا سالانہ بیعتوں کا ریکارڈ باقی اس قسم کی دوسری تمام انجمنوں کے اداروں یا تحریکات سے آگے نکل گیا اور لمبے عرصے تک وقف جدید بیعتیں کروانے کے میدان میں اوّل رہی۔ اسی طرح وقفِ جدید کو ایک بہت ہی عظیم الشان خدمت کا تھر کے علاقے میں موقعہ ملا۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ہندو بکثرت آباد ہیں اور یہی ایک وہ علاقہ ہے جہاں آج بھی مسلمانوں کے مقابل پر ہندوؤں کی اکثریت ہے لیکن اکثر ہندو اچھوت کہلانے والے ہیں یعنی ہندوؤں کی طبقاتی تقسیم کے لحاظ سے سب سے نچلے درجے سے تعلق رکھتے ہیں۔

وقف جدید کا جس سال آغاز ہوا ہے اِسی دوران عیسائیوں نے جو امریکہ سے غیر معمولی طور پر مدد حاصل کر رہے تھے تھر کے علاقے پر وہاں کے باشندوں کو عیسائی بنانے کے لئے یلغار کی اور اس لحاظ سے یہ الٰہی تحریک خاص طور پر اہمیت اختیار کر جاتی ہے کہ اگر وقف جدید کی تحریک جاری نہ ہوئی ہوتی اور جماعت احمدیہ کو تھر کے علاقے میں اِس طرح خدمت کا موقعہ نہ ملتا تو بعید نہیں کہ وہاں بہت تیزی کے ساتھ عیسائیت پھیل جاتی لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس بروقت تحریک کے نتیجے میں جب ہم نے معلّمین تقسیم کرنے کے لئے مختلف علاقوں کے جائزے لئے تو معلوم ہوا کہ تھر کے علاقے میں بڑی شدید ضرورت ہے۔ ایک تو ویسے بھی ہندوؤں میں تبلیغ کی خاطر وہی علاقہ موزوں تھا‘ دوسرے علم ہوا کہ عیسائیوں نے بہت بڑی یلغار کر رکھی ہے اور امریکن غذائی امداد کا ایک بہت بڑا حصہ اِس علاقے کی طرف منتقل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جب میں نے وہاں دورہ کیا اور حالات کا جائزہ لیا تو عموماً یہی مشورہ دیا گیا کہ جماعت کی طرف سے بھی کوئی امدادی پروگرام جاری ہونا چاہئے ورنہ یہاں کامیابی مشکل ہے۔ اِس پر میں نے اس تجویز کو نہ صرف سختی سے ردّ کیا بلکہ آئندہ بھی ہمیشہ اس تجویز کی سوچ کے دروازے بھی سب پر بند کر دیئے اور میرا استدلال یہ تھا کہ جہاں تک دولت کے ذریعے مذہب تبدیل کرنے کا تعلق ہے نہ ہم اُس میدان کے کھلاڑی ہیں نہ اس بات کے قائل ہیں‘ نہ ہمیں توفیق ہے کہ ہم دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کا اس میدان میں مقابلہ کر سکیں۔ اگر ہم ایک روپیہ خرچ کریں تو امریکہ دس لاکھ روپیہ خرچ کر سکتا ہے اور اگر روپے کی لالچ میں یا لالچ نہ بھی کہیں‘ ضرورت مند کی مدد پوری کر کے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنا ہے تو ضرورت بے انتہاء ہے اُسے آپ پورا

نہیں کر سکتے ۔ایک پیاس بھڑ کا دیں گے اور جس قسم کی پیاس بھڑ کا ئیں گے اِس قسم کا پانی آپ کے پاس نہیں ہوگا۔اِس لئے یہ نہایت ہی جاہلانہ حرکت ہوگی اگر ہم مالی امداد کے ذریعے امریکن طاقتوں کا یا مغربی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

دوسرا پہلو یہ تھا کہ یہ لوگ غریب ہیں اور بہت ہی لمبے عرصے سے خود اپنے ہم مذہب لوگوں کی حقارت کا نشانہ بنے رہے ہیں یعنی ہزار ہا سال سے انسانی طبقات میں سب سے زیادہ ذلیل سمجھے جانے والے لوگ تھے' اُن سے میں نے کہا کہ آپ ان کی ذلتوں میں اضافہ کرنے کا سوچ کس طرح سکتے ہیں ۔ یہ غریب عزت دار ہیں ۔غربت میں بھی ان کو ابھی ہاتھ پھیلانے کی عادت نہیں ۔ان میں کوئی بھکاری آپ کو نظر نہیں آئے گا۔غریب فاقہ کش مزدور کثرت سے دیکھیں گے لیکن کوئی فقیر ان میں دکھائی نہیں دے گا۔ بڑی محنت کش قوم ہے۔تو میں نے کہا کہ ایک ایسی باعزت قوم کو جس کا نفس معزز ہے اگر چہ بدن غریب ہے،اُس کے اندر خدا کی ایک ہی نعمت ہے اور وہ اس کی عزت نفس ہے۔آپ اُسے بھکاری بنا کر وہ ایک دولت بھی اس کے ہاتھ سے چھین لیں ۔ چنانچہ اس استدلال کا خدا کے فضل سے اثر پڑا اور وقف جدید کے معلّمین بھی پورے عزم کے ساتھ اِس علاقے میں یہ سمجھتے ہوئے گئے کہ ہم نے ان کو عزّتِ نفس عطا کرنے کے لئے جانا ہے اور یہی پیغام اُن کو دیا۔ چنانچہ مقابلہ ایک طرف دولت کا تھا اور ایک طرف اخلاقی عظمت کا اور معلّمین وہاں جا کر عیسائیوں کے مقابل پر یہی پیغام دیتے تھے کہ کچھ لوگ تمہاری بھوک مٹانے کے لئے آئے ہیں ۔ بہت اچھی بات ہے۔ تمہیں کپڑے پہنانے کے لئے آئے ہیں یہ بھی بہت اچھی بات ہے لیکن ساتھ ہی تمہیں بھکاری بنانے کے لئے بھی آئے ہیں اور پیسہ دیکر تمہارا مذہب تبدیل کرنے کے لئے آئے ہیں اور یہ اچھی بات نہیں ۔ہم تمہیں مزید عزت نفس عطا کریں گے۔ہم تمہیں اسلام بھی دیں گے اور اس کے ساتھ تم سے مالی قربانی کے مطالبے بھی کریں گے اور تمہیں یہ کہیں گے کہ انتہائی غربت کے باوجود کچھ نہ کچھ نیک کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ یہ پیغام بظاہر کڑوا ہے لیکن درحقیقت تمہیں تحت الثریٰ سے اُٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جائے گا اور یہ سادہ پیغام اُن کے دل پر اتنا اثر انداز ہوا اور اتنا اس نے ان کے دلوں کو لبھایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ عیسائیت کے مقابل پر احمدیت کو وہاں بڑی کثرت کے ساتھ ہندو غریب اقوام کو اسلام میں داخل کرنے کی توفیق ملی اور اس کے ساتھ

ہی پھر ان کے نچلے طبقے سے اٹھا کر ایک بغیر طبقات کے سوسائٹی میں عزّت کا مقام عطا کیا گیا۔ چنانچہ اس کے خلاف سب سے زیادہ ردعمل دیگر مسلمان ٹھری لوگوں نے دکھایا۔ جب ہم اُن کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے تھے یا کھانا کھاتے تھے تو شدید نفرت کا اظہار دوسرے مسلمانوں کی طرف سے کیا جاتا تھا جن کے مذہب میں طبقاتی تقسیم کا تصور ہی کوئی نہیں اور ہندو اس نفرت سے ہمیں نہیں دیکھتے تھے بلکہ وہ حیرت سے دیکھتے تھے کہ یہ عجیب لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی ظاہری عزت کی کوئی پرواہ نہیں کی اور مذہب کے تبادلے کے نتیجے میں ان کے ساتھ برابر ہو گئے ہیں۔

بہر حال ایک لمبا عرصہ اس جدّ وجہد میں گزرا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں کی رائیں تبدیل ہوئیں سوچیں بدل گئیں اور بہت بڑا انقلاب برپا ہوا۔ مشکل صرف یہ درپیش تھی کہ اِن کے اندر گہرا اسلام جذب کرانے کے لئے بہت محنت درکار تھی۔ سادہ محبت کا پیغام' توحید کا پیغام بڑی آسانی سے سمجھ جاتے تھے اور قبول بھی کر لیتے تھے لیکن اس بات کی راہ میں بہت بڑی دقتیں حائل تھیں کہ باقاعدہ نماز سکھائی جائے اور پھر نماز کا عادی بنایا جائے۔ روزے سکھائے جائیں اور پھر روزے رکھنے کی عادت ڈالی جائے اور اسلام کے پرہیزوں کے متعلق تلقین کی جائے، پاکیزگی کے متعلق تلقین کی جائے۔ پھر اس پر عمل پیرا کرنے کے لئے اس پر ان کی مدد ہو، ان کی نگرانی کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اِس عرصے میں یعنی اس گزشتہ تمام عرصے میں مسلسل وقف جدید کے معلّمین وہاں یہی کام کر رہے ہیں اور اگرچہ حالات بہت ہی ناسازگار ہیں، اتنے ناسازگار ہیں کہ آپ جب تک وہاں جائیں نہ' اُس وقت تک آپ کو تصوّر ہی نہیں ہو سکتا کہ کن مشکلات میں وہاں وقف جدید کے معلمین نے پہلے کام کیا اور اب بھی اگرچہ مشکلات نسبتاً کم ہیں لیکن پھر بھی بہت مشکل حالات ہیں۔

میں جب پہلی دفعہ وہاں گیا تو پہلی تکلیف جو شدت سے محسوس ہوئی وہ پانی کا فقدان تھا۔ یعنی پانی میسر تو تھا لیکن ایسا خوفناک کہ اُسے پینے سے بجائے اس کے کہ پیاس بجھے الٹی آتی تھی اور طبیعت متلانے لگتی تھی۔ تیل کی طرح کا پانی مٹھی کے علاقے میں ہوتا ہے اور وہ بھی قیمت دیکر خریدنا پڑتا تھا اور دنیا کی کوئی سہولت وہاں میسر نہیں تھی۔ وہ تو خیر کوئی ایسی معمولی بات ہے، عام دنیا کی جو موجودہ زمانے کی بڑی سہولتیں ہیں اس کے بغیر بھی انسان بہت اچھی طرح گزارہ کر سکتا ہے۔ زندگی کے انداز بدلنے پڑتے ہے لیکن پانی اچھا میسر نہ ہو تو زندگی بہت ہی تکلیف میں کٹتی ہے۔ بہر حال

معلّمین وہاں اس حالت میں مستقل رہتے تھے جس حالت میں مجھ سے ایک دو دن میں رہنا مشکل تھا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ کس تکلیف میں یہاں گزارہ کرتے ہیں چنانچہ بعد میں یہ کوششیں کی گئیں کہ کسی طرح اُن کے پانی کے مسائل حل ہوں اور خدا کے فضل سے بعد میں حل بھی ہوئے لیکن اور آگے بڑھ کر ایک اور نئی مصیبت کا سامنا ہوا۔ وہاں پتا چلا کہ بعض ایسے سانپ ہیں جن کو ''پین'' کہتے ہیں سندھی تلفظ پین کہے گے۔ نون اور ڑ کے درمیان کا کوئی ہے۔ یعنی پی جانے والا سانپ اور وہ سانپ ڈستا نہیں بلکہ وہ کہتے تھے کہ مُنہ پر مُنہ رکھ کر سانس پی جاتا ہے دراصل وہ زہر تھوکتا ہے اور اس کے زہر کا اثر گلے پر پڑتا ہے اور گلوں سے براہ راست آنکھوں پر حملہ کرتا ہے اور اس کا مریض اگر بچ جائے تو اندھا ہو جاتا ہے اور خود اس سانپ کی بھی یہ کیفیت ہے کہ اگر دن کی روشنی میں اس آنکھیں کُھل جائیں تو وہ خود اندھا ہو جاتا ہے۔ اِس لئے دن کے وقت بلوں میں' سوراخوں میں' مختلف اندھیری جگہوں میں' اینٹوں کے نیچے سر دے کر یہ سو جاتا ہے اور دن کے وقت بچے اُس سے کھیلتے ہیں جس طرح بٹی ہوئی رسی سے کھیلتے ہیں اُس طرح اس کو اپنے اردگرد لپیٹتے اور ایک دوسرے کو اس سے سانٹے مارتے اور اُس سانپ کا کوئی خوف نہیں لیکن جونہی اندھیرا ہوتا ہے تو یہ باہر نکل کر مختلف جانداروں کے ساتھ لیٹ کر اُن کے مُنہ پہ مُنہ رکھ کر اِس میں تھوکتا ہے اور اس کو اس میں کیا مزہ ہے، کیا وہ اس سے کیا لذت حاصل کرتا ہے، کوئی نہیں جانتا لیکن یہ عادت بہر حال اسی طرح ہی ہے۔ چنانچہ مجھے وہاں یہ بتایا گیا کہ یہ سانپ ہیں اور ہم نے دیکھے بھی، رات کو سفر کر رہے تھے۔ تو طبیعت میں ایسی کراہت پیدا ہوئی کہ ساری رات نیند نہیں آئی۔ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کے ساتھ کوئی سانپ آ کر لیٹ جائے اور پھر منہ پر منہ رکھ دے۔ تو وہ جو مختلف نظارے وہاں دیکھے جس طرح معلّم کام کر رہے ہیں تو طبیعت پر بڑا گہرا اثر پڑا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ واپس جا کر اُن کی زندگی کو نسبتاً بہتر بنانے کے لئے وقف جدید میں جو غریبانہ طاقت تھی وہ استعمال کی گئی اور ان کے مسائل کو سمجھ کر پھر اُن سے کام لئے گئے بہر حال اِن حالات میں وقف جدید نے وہاں کام کیا اور کر رہی ہے۔

اور عجیب حسن اتفاق ہے یا خدا کی تقدیر ہے یعنی دونوں چیزیں اکٹھی ہوں گی کہ ہندوستان میں جب وقف جدید کا اجراء ہوا ہے اور خاص طور پر یہاں آنے کے بعد جب میں نے بیرونی دُنیا میں بھی وقف جدید کی تحریک کی تا کہ ہندوستان میں وقف جدید کے کام کو پھیلایا جائے تو وہاں بھی سب

سے زیادہ کامیابی راجستھان کے علاقے میں ہوئی ہے اور یہ وہی علاقہ ہے جو ہندوستان کا تھر سمجھ لیں یعنی سرحد کے اُس طرف اگر سندھ کا تھر کا علاقہ ہے تو اس کے پرلی طرف راجستھان کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور وہاں بھی معلّمین خدا کے فضل سے بڑی ہمت سے کام کر رہے ہیں بلکہ بعض لحاظ سے نامساعد حالات زیادہ ہیں کیونکہ وہاں خطرات بھی درپیش ہیں۔ یہاں کام کرتے ہوئے ہندوؤں سے احمدیوں کو کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن وہاں چونکہ ہندو مسلم مناقشتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور بعض دفعہ بہت بڑھ جاتی ہیں یعنی ہندو اور مسلمانوں کے درمیان نفرت پھیلانے کے لئے باقاعدہ منظّم کوششیں ہوتی ہیں۔ ملک میں کہیں فساد ہو اس کا اثر ہر دوسری جگہ پر پڑتا ہے۔ تو راجستھان کے علاقے میں بھی کیونکہ ہندو اکثریت میں ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے یہ بھی ایک بڑی مشکل ہے کہ ہندوستان میں کسی جگہ فساد ہو راجستھان پر اثر پڑ جاتا ہے اور احمدی مبلغین پر بھی اثر پڑتا ہے نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں ان پر بھی اثر پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی نڈر مبلغین ہیں اور اُن کے حُسنِ خلق کا اثر بھی بہت ہے چنانچہ ابھی تازہ فسادات کے بعد کی جو رپوٹیں ملی ہیں اُن سے یہ معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر ادا کرنے توفیق ملی کہ کسی احمدی کا نقصان نہیں ہوا بلکہ بعض فساد زدہ علاقوں کے ہندوؤں نے احمدیوں کی تائید کی اور علاقے کے مسلمان اس وجہ سے بچ گئے کہ احمدیوں نے اسلام کی جو صورت وہاں پیش کی تھی۔ اس میں کوئی قابل نفرت بات نہیں تھی بلکہ دل موہ لینے والی باتیں تھیں تو وہاں بھی خدا کے فضل سے اب وقف جدید کو اچھی خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور اس کے علاوہ دیہات میں جو روزمرہ تربیت کا کام ہے وہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے اور عموماً اس کی طرف نظر نہ رہنے کے نتیجے میں بڑے گہرے نقصان قوم کو پہنچ جایا کرتے ہیں۔ ہم نے جب ہوش سنبھالی تو یہی دیکھا کہ دیہاتی احمدی جماعتیں بڑی مخلص ہیں۔ قربانی کے میدانوں میں بھی آگے اور بہت ہی جوش کے ساتھ ہر پروگرام میں حصہ لینے والی اور جلسوں میں سب سے زیادہ بلند آواز میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے والی جماعتیں۔ اس زمانے میں یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ اندورنی لحاظ سے علمی تربیت کی ان لوگوں میں کمی ہوگی اور یہ کمی پھر آئندہ نسلوں پر اثر انداز ہوگی۔ چنانچہ ایک لمبے عرصے تک یہی تصور تھا کہ شہری جماعتوں کے مقابل پر دیہاتی جماعتیں ہر لحاظ سے زیادہ بہتر اور مخلص ہیں لیکن جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف جدید کی تحریک جاری فرمائی اور یہ نصیحت کی کہ دیہاتی علاقوں

میں کام کرنا ہے، شہری علاقوں میں نہیں اور وہاں تمہاری سب سے زیادہ ضرورت ہے تو اس کے پیچھے کوئی خاص الٰہی تقدیر کام کر رہی تھی۔ چنانچہ جب میں نے کام کا آغاز کیا تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ منظّم جائزہ لیا کہ ہمارے دیہات میں کتنے فیصد نوجوان اسلام کی اس ابتدائی تعلیم سے اچھی طرح واقف ہیں جس کے بغیر انسان مسلمان نہیں بن سکتا اور مسلمان کی تصویر ابھرتی نہیں ہے۔ معمولی ساخاکہ دکھائی دیدے گا، ایک ہیولا سا کہ ہاں شاید یہ مسلمان ہیں مگر نقوش بھرنے چاہئیں۔ بغیر نقوش کے تو کوئی چیز اپنی مکمل صورت میں ظاہر نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ جب ہم نے جائزے لئے تو یہ تعجب ہوا کہ بہت سے ایسے نوجوان دیہات میں ہیں جن کو صحیح **لا الـه الا الـلـه محمد رسول الله** بھی نہیں پڑنا آتا اور جب اس پر تعجب ہوا تو پتہ لگا کہ باقی غیر احمدی مسلمانوں میں تو اس سے بہت بڑی تعداد ایسی ہے۔ کلمہ کا لفظ جانتے ہیں لیکن تلفظ کے ساتھ اور معانی کو سمجھتے ہوئے کلمہ کس طرح ادا کیا جاتا ہے اس سے ناواقف اور جب مزید جائزہ لیا گیا نمازوں سے متعلق تو پتا چلا کہ ایک بہت بڑی تعداد ہے، معمولی نہیں جس کو ساری نماز باترجمہ نہیں آتی یعنی نماز تو اکثر احمدی نوجوانوں کو کچھ نہ کچھ آتی تھی مگر تلفظ کی خامیاں آپ نظرانداز بھی کر دیں تو ترجمہ سے ناواقف اور اگر نماز کا ترجمہ ہی نہ آتا ہو تو پھر نماز سے استفادے کا کیا سوال رہتا ہے یعنی حکم کی اطاعت تو ہو جاتی ہے مگر روزمرہ جو نماز آپ کے اندر زندگی کی نئی لہریں دوڑاتی ہے، نیا روحانی خون عطا کرتی ہے نشوونما کرتی ہے اُس سے انسان محروم رہتا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں جنین تو ہوتا ہی ہے لیکن بعض دفعہ مردہ جنین ہوتا ہے۔ اس کا بھی تعلق رہتا ہے اُس خون کی نالی کے ذریعہ جو پلیسینٹا (Placenta) سے بچے تک منتقل ہوتی ہے لیکن وہ نالی بند ہو جاتی ہے یا کسی اور نقص کی وجہ سے وہ خون پہنچنا بند ہو جاتا ہے تو ماں کے پیٹ میں جنین تو ہے لیکن مردہ جنین ہے۔ اس طرح وہ لوگ جو نماز پڑھتے تو ہیں لیکن نماز کے مطالب نہیں سمجھتے اس کے آداب نہیں جانتے، اس کا فلسفہ نہیں سمجھتے، روزمرہ اس کے ذریعے خدا سے تعلق نہیں پیدا کرتے اُن کی نماز ایسی ہی ہے جیسے ایک جنین ہے جو پڑا ہوا ہے جب تک پیٹ میں ہے اُس وقت تک اُس کی حالت مخفی ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ زندہ ہے یا نہیں ہے لیکن موت کے بعد جب اِس نے بچے کی طرح باہر آنا ہے اُس وقت پتا چلے گا کہ اس نئی پیدائش میں اس میں جان پڑی تھی کہ نہیں پڑی تھی۔

پس اسی پہلو سے میں گزشتہ کچھ عرصے سے خطبات دے رہا ہوں کہ جب نمازیں پڑھتے ہیں تو زندگی حاصل کرنے کے لئے پڑھیں اور اس کے لئے نماز کا ترجمہ آنا ضروری ہے اس کے مطالب کا سمجھنا ضروری ہے اور مختلف پہلوؤں سے نماز کی دنیا کی سیر کرنی ضروری ہے۔ ایک بہت بڑا جہان ہے جو روزانہ آپ پر کھلتا ہے جہاں آپ کو لے جایا جاتا ہے اور سیر کرنے کے مواقع دیئے جاتے ہیں اور بار بار یہ مواقع میسر آتے ہیں۔ بہرحال یہ وہ مصالح ہیں جن کے پیش نظر اس وقت ہم نے یہ جائزہ لیا کہ وقف جدید کے معلّم کن دیہات میں پہلے کام کریں اور یہ جائزہ لینے کا مقصد یہ تھا کہ جہاں سب سے زیادہ لوگ نماز کے معنی سے غافل ہونگے، دیگر روزمرّہ کے مسائل سے ناواقف ہوں گے وہاں وقف جدید کے معلّمین کو پہلے بھیجا جائے گا تو اُس وقت جب سارے ملک کا جائزہ لیا گیا تو بغیر کسی ارادے کے، مجھے پہلے یہ علم نہیں تھا کہ یہ حالات ظاہر ہوں گے، بغیر کسی ارادے کے مزید جستجو کا موقع ملا تو ایسی ایسی باتیں دریافت ہوئیں کہ جن سے توجہّ اس طرف منتقل ہوئی کہ دیہات کے علاقے بعض پہلوؤں سے اخلاص میں بہت بہتر ہوتے ہیں لیکن بعض پہلوؤں سے دین کے علم میں اتنا پیچھے رہ جاتے ہیں کہ وہ آئندہ زمانوں میں نہایت خطرناک نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ایک نسل آپ کے ہاتھ سے نکلتی چلی جارہی ہے اور آپ کو پتا نہیں لگ رہا یہاں تک کہ دین کے علم سے بے بہرہ خالی اخلاص اندھی تقلید پیدا کیا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں پھر ملائیت ابھرتی ہے اور گدھوں کی طرح جس طرف چاہیں ایسے لوگوں کو ہانک کر لے جائیں جو چاہیں ان کا دین بنا کر ان کو بتا دیں کہ یہ تمہارا دین ہے جو مسلک آپ کا ہو آپ ان کے ذمے لگا دیں کہ یہی تمہارا مسلک ہے۔ بغیر سوال کئے، بغیر سوچے، بغیر کسی فکر اور تدبّر کے یہ آنکھیں بند کر کے پیچھے لگ جانے والے لوگ بن جاتے ہیں تو اس پہلو سے جب میں نے اسلامی تاریخ کا جائزہ لیا تو وقف جدید کے ذریعے حاصل ہونے والے اعداد و شمار سے مجھے اسلامی تاریخ کے ایک پہلو سے اس المیہ کو سمجھنے کا موقعہ ملا اور قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کو سمجھنے کا موقعہ ملا جس میں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ تم سے پہلے ایسی قومیں گزری ہیں یعنی یہود جن کا دین بالآخر ایسے ہو گیا تھا جیسے گدھوں پر کتابیں لادی گئی ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں کی طرح نہ بن جانا کہ جن کے علماء کا یہ حال تھا کہ جیسے گدھوں پر کتابیں لادی گئی ہوں اور اس سے وہ صحیح استفادہ نہ کر سکتے ہوں۔

اس تمثیل میں بہت ہی گہری حکمتیں پوشیدہ ہیں اور پہلی بار اس کی گہرائی کا علم مجھے اسی زمانے میں ہوا جب میں وقف جدید کے سلسلہ میں علاقوں کے جائزے لے رہا تھا اور دیہاتی جماعتوں کے حالات کو اعداد و شمار کی صورت میں دیکھ رہا تھا، اُس وقت پتا چلا کہ قومیں جب دین سے بے بہرہ ہونے لگتی ہیں تو ایسے علماء کے سپرد دین کا بوجھ کر دیتی ہیں جن کی اپنی حالت گدھوں کی طرح ہوتی ہے اور یہ بہت ہی حسین مثال ہے۔ انسان گدھے کی پیٹھ پر وہی بوجھ لادتا ہے جو اُس کو اٹھانا مصیبت لگتا ہے اور محض اٹھانے سے اُس کو کوئی لذّت محسوس نہیں ہو رہی ہوتی اور فائدہ نہیں ہوتا۔ اب کتابیں تو پڑھنے سے فائدہ دیتی ہیں اور پڑھنے سے ہی لذّت دیتی ہیں صرف کتابیں اٹھائے پھرنے کا تو کوئی مزہ نہیں۔ تو جب دین کی باتیں ایسی ہو جائیں کہ وہ بوجھ ہی بن جائیں نہ ان کا ذاتی علم رہے، نہ ان کے پڑھنے کا شوق رہے تو انسان جس طرح کتابوں کا ایک انبار گدھے کی پیٹھ پر لاد دیتا ہے اس طرح قومیں اپنی دینی ذمہ داریاں ان علماء کی پیٹھ پر لاد دیتی ہیں جن کی اپنی حالت اس زمانے تک گدھے جیسی ہی ہو چکی ہوتی ہے یعنی کتابوں کا بوجھ اٹھانے کے باوجود ان کے علم سے بے بہرہ اور ان کی معرفت سے عاری ہوتے ہیں۔ تو قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ یہود پر ایسا ہی ایک وقت آیا تھا کہ جب قوم نے اپنے دین کو بوجھ سمجھ لیا تھا اور بوجھ سمجھ کے انہوں نے بوجھ اُٹھانے والے مزدور ڈھونڈے اور کثرت سے ایسے علماء موجود تھے جنہوں نے اس بوجھ کو اٹھا لیا لیکن دینی لحاظ سے ان کے راہنما بھی وہ گدھے بن گئے اور جب گدھے قوم کے راہنما بن جائیں تو اس قوم کا ہلاک ہو جانا ایک منطقی نتیجہ ہے۔

پس قرآن کریم نے یہ بہت ہی گہری مثال بیان فرمائی اور ہمیں نصیحت فرمائی کہ دیکھو پہلے ایک ایسا زمانہ گزر چکا ہے جبکہ ایک مذہبی قوم دین کے علم میں دلچسپی چھوڑنے کے نتیجے میں اس علم کو بوجھ سمجھنے

لگی تھی اور جب قوم کی یہ نفسیاتی حالت ہو جائے تو جن لوگوں پر وہ بوجھ ڈالا جاتا ہے وہ خود بھی اس نفسیاتی حالت کا پھل ہوا کرتے ہیں اور قوم سے الگ نہیں ہوا کرتے چنانچہ بوجھ تو اٹھا لیتے ہیں لیکن علم وہ بھی حاصل نہیں کرتے اور ایسے لوگ گدھوں کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ آیت جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں یہ ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعہ:۶) مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ اُن لوگوں کی مثال جن کو تورات عطا کی گئی تھی، تورات کی ذمہ داریاں جن پر ڈالی گئی تھیں۔ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا پھر وہ ذمّہ داریاں ادا کرنے سے کترانے لگے اور اُن ذمّہ داریوں سے پیٹھ پھر لی۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ایک ایسے گدھے کی سی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے۔ اب اس میں ایک طرف یہ ہے کہ انہوں نے بوجھ اُٹھانا چھوڑ دیا' دوسری طرف ہے کہ گدھے کی سی مثال ہے جس نے بوجھ اُٹھایا ہوا ہے تو کیا مطلب بنتا ہے۔ وہی مطلب بنتا ہے جو میں پہلے تفصیل سے آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں۔ کہ قوم کو خدا تعالیٰ ذمّہ داریوں کے طور پر شریعت عطا کرتا ہے، وہ بوجھ سمجھنے لگتی ہے اور اس کی ذمّہ داریاں ادا کرنے سے انکار کرتی ہے تو وہ بوجھ قوم کا ایک حصّہ ضرور اُٹھاتا ہے لیکن ایسے ہی اُٹھاتا ہے جیسے گدھے کتابیں اُٹھانے والے ہوں۔

بہر حال میں بتا رہا ہوں کہ اس زمانے میں جب وقف جدید سے منسلک ہو کر میں نے سارے پاکستان میں اور مشرقی پاکستان بھی جو اس وقت ہمارے ملک کا حصہ تھا جائزے لئے تو اِس قسم کے ہولناک کوائف نظر کے سامنے آئے۔ اس وقت خیال آیا کہ اگر آغازِ اسلام سے ہی دیہات کی طرف نظر رکھنے کے کوئی انتظام کئے جاتے تو جس طرح بعد میں اسلام فرقوں میں بٹ گیا ہے کوئی بعید نہیں تھا کہ اس کی اس ہلاکت سے مسلمانوں کو بچایا جا سکتا۔ شہروں پر عموماً لوگوں کی نظر رہتی ہے اور دیہات کو گہری نظر سے نہیں دیکھتے اور دیہات میں ہی پہلے علمی لحاظ سے کمی محسوس ہوتی ہے اور دیہات میں ہی جہالت کے نتیجے میں چند علماء پر اعتماد پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ

جو کچھ یہ کہیں وہی ٹھیک ہے اور قرآن فرماتا ہے کہ اس دور کے علماء جبکہ عموماً دین میں دلچسپی کم ہو جائے خود بھی گدھوں کی طرح ہو جایا کرتے ہیں۔

پس یہ وہ المیہ تھا جس سے بچنے کے لئے وقف جدید کا آغاز ہوا۔ چنانچہ جب ہم نے دیہات کے جائزے لینے کے بعد مریضوں پر نظر ڈالی، ان کی تعداد دیکھی تو اس خیال سے وحشت ہوتی تھی کہ اتنی جائز ضرورتیں اس کثرت کے ساتھ ہیں اور ہم ان کو پورا نہیں کر سکتے ویسی ہی مثال ہے کہ:

کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند

کس کی حاجت روا کرے کوئی (دیوان غالب صفحہ: ۳۳۰)

سینکڑوں ہزار و مطالبے تھے۔ جس گاؤں کا بھی جائزہ لیا گیا۔ جس علاقے کا جائزہ لیا گیا ہر علاقہ پیاسا تھا۔ ہر جگہ علم کی بھوک تھی اور ایک طلب تھی کہ ہمارے پاس آدمی بھیجو ہمارے پاس آدمی بھیجو اور گنتی کے کل مبلغ جو پہلی کھیپ تھی وہ ۵۳ تھے پھر وہ ۷۰ ہوئے پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھنے لگی۔ تو وقف جدید نے ایک بہت ہی اہم ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی اور وہ ضرورت ابھی تک باقی ہے اور اس ضرورت کا اُسے احساس ہے جو بعض علاقوں میں نہیں ہے لیکن رفتہ رفتہ ہوتا چلا جائے گا اور یہ ایک ایسی ضرورت ہے جو دائمی ضرورت ہے۔ اس لئے وقف جدید کی تحریک بھی عارضی تحریک نہیں بلکہ ایک دائمی تحریک ہے۔ ابھی تک پاکستان میں وقف جدید کے جتنے معلّمین کی ضرورت ہے، اس کا دسواں حصہ بھی ہم پورا نہیں کر سکے۔ مشرقی پاکستان جو پہلے کہلاتا تھا اب بنگلہ دیش ہے وہاں کی بھی ضرورت ہماری طاقت سے اس وقت بہت زیادہ ہے ہندوستان میں تو بہت ہی تکلیف دہ حالت ہے کیونکہ مالی لحاظ سے جماعت نسبتاً غریب ہے اور کچھ عرصے عدم توجہگی کے نتیجے میں وہاں کی مالی قربانی کا معیار بھی گر گیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے پھر بہتر ہو رہا ہے تو اس لحاظ سے جتنی ضرورت ہے اس کے مقابل پر ہم ضرورت پورا کرنے کے لئے بہت کم مواد رکھتے ہیں۔ مبلّغین کے لحاظ سے بھی بہت کم تعداد ہے اور اموال کی ضرورت کے لحاظ سے بھی ایک عرصے تک بہت کمی محسوس ہوتی رہی۔

افریقہ جا کر آپ دیکھے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خدا کے فضل سے بعض علاقوں میں بہت تیزی سے جماعتیں پھیل رہی ہے لیکن جماعتوں کے پھیلنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم نے اپنے مقصد کو حاصل

کرلیا۔ مقصد کا آغاز تو پھیلنے کے بعد ہوتا ہے جب کوئی علاقہ احمدیت کو قبول کر لیتا ہے تو اس علاقے میں روحانی انقلاب برپا کرنا احمدیت کا کام ہے۔ اگر قبول نہیں کرتا تو وہ کام ہی شروع نہیں ہوتا اِس لئے بیعتیں کروانا آخری مقصود نہیں ہے بلکہ بیعتیں کروانا آخری مقصود کی طرف پہلا قدم اُٹھانے کا ایک ذریعہ ہے۔ پس یہ سارے افریقہ کے علاقے جہاں کثرت کے ساتھ جماعتیں پھیلی ہیں وہاں اب وقف جدید کی قسم کی تحریکوں کے خاموش مطالبے ہو رہے ہیں یعنی بزبان حال وہ علاقے کہہ رہے ہیں کہ یہاں بھی وقف جدید جاری کی جائے۔ انشااللہ وقت آئے گا کہ دنیا کے ہر ملک میں یہ تحریکیں جاری ہوں گی اور وقف جدید کے ذریعے دیہاتی جماعتوں کی علمی، روحانی ضرورتیں پوری کی جائیں گی۔

اب میں آپ کے سامنے مختصراً گزشتہ سال کے یا سال رواں کے مالی کوائف رکھتا ہوں۔ اِس ضمن میں میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ چند سال پہلے غالباً پانچ سال پہلے میں نے باہر کی دنیا کے لئے بھی وقف جدید کے چندے میں شامل ہونے کی اپیل کی تھی اور یہ گزارش کی تھی کہ اگر چہ اب تک یہ تحریک پاکستان تک محدود رہی ہے اور بعد میں بنگلہ دیش بھی اس میں شامل سمجھا جانا چاہئے کیونکہ پہلے وہ پاکستان ہی تھا اور وہاں ہندوستان میں بھی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنی ضرورت ہے اتنا روپیہ ہندوستان نہیں دے سکتا اس لئے باہر کی جماعتیں چندوں میں شامل ہو جائیں اگر چہ اُن کے اپنے اپنے ملکوں میں وقف جدید کا کام بے شک شروع نہ ہو مگر چندوں کی برکت میں وہ شامل ہو جائیں اِس سعادت میں شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت نے بہت ہی مثبت جواب دیا اور تقریباً ۵۲ ملک ایسے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کے فضل سے باقاعدہ وقف جدید کا چندہ آنا شروع ہو گیا۔ اِس سال جب ہم نے جائزہ لے کر پہلے دس ممالک کی فہرست تیار کی کہ جو وقف جدید کی قربانی میں اوّل، دوم، سوم، دس نمبر تک آئے ہیں تو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ جرمنی کی جماعت جو تحریک جدید میں بھی اوّل تھی، وقف جدید میں بھی اوّل رہی ہے اور پاکستان کو میں اس میں شامل نہیں کر رہا۔ پاکستان تو خدا کے فضل سے اپنی اوّلیت کو ہر پہلو سے برقرار رکھے ہوئے ہے اور ابھی تک دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جو ثبات قدم کے لحاظ سے یا آزمائشوں پر رضا اور صبر کے ساتھ پورا اُترنے کے لحاظ سے، قربانیوں کے لحاظ سے اور کثرت کے ساتھ باخدا انسان پیدا کرنے کے لحاظ سے پاکستان کے مقابل پر ہو۔ پاکستان کی وہ اوّلیت جو ہندوستان سے ہجرت کے بعد اس کو عطا ہوئی

بفضلہٖ تعالیٰ ابھی تک قائم ہے تو آئندہ کے اعداد و شمار میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس میں آپ پاکستان کو شامل نہ سمجھیں، اُس کے علاوہ کے اعداد و شمار ہیں۔ جرمنی اوّل رہا ہے اور تحریک جدید میں بھی اوّل تھا اور خوشی والا تعجب اس بات پر ہے کہ ہندوستان دوسرے نمبر پر آ گیا ہے۔ گو باقی امور میں مختلف قِسم کے جو چندے ہیں ان میں ہندوستان کا نمبر بہت پیچھے ہے لیکن وقف جدید میں خدا کے فضل سے ہندوستان اس وقت دُنیا کی جماعتوں میں دوسرے نمبر پر آ گیا ہے۔ تحریک جدید میں ہندوستان کی پوزیشن چھٹے نمبر پر تھی۔ برطانیہ تیسرے نمبر پر ہے اور امریکہ چوتھے نمبر پر، برطانیہ تحریک جدید میں دوسرے نمبر پر تھا تو ایک سیڑھی نیچے اترا ہے وقف جدید کے معاملے میں اور اسی طرح امریکہ نے بھی اور کینیڈا نے بھی یہی نمونہ دکھایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر اس کا برعکس مضمون دکھاتا ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:

ے ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے (درثمین صفحہ: ۱۷)

لیکن یہاں معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ اور کینیڈا برطانیہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ تیرے گھٹنے سے قدم آگے گھٹایا ہم نے، ایک قدم تو اُترا ہے تو ہم بھی ایک ہی قدم اترے ہیں تو تحریک جدید کے مقابل پر وقف جدید میں جو مثال برطانیہ نے قائم کی وہی امریکہ نے اختیار کی اور کینیڈا نے بھی اور انڈونیشیا نے بھی۔ کافی دور دور تک آپ کے نمونے کے اثر پہنچے ہیں اور ماریشس بھی اسی طرح اسی نمونے پر ہے۔ یعنی سارے ایک ایک سیڑھی نیچے اتر گئے ہیں۔ لیکن ایک خوشی کی بات یہ ہے کہ ناروے جو آٹھویں نمبر پر ہے اس کا پہلے تحریک جدید میں کہیں کوئی شمار ہی نہیں تھا، یہ بھی جس طرح Dark Horse ہوتا ہے گھڑ دوڑ میں، ایک نامعلوم Unseen Player کی طرح اچانک وقف جدید میں ایک پوزیشن حاصل کر گیا ہے اور ڈنمارک بھی اسی طرح تحریک جدید کے مقابلے میں شامل نہیں ہو سکا تھا لیکن نویں نمبر پر آ گیا ہے اور ہالینڈ دسویں نمبر پر ہے۔ پہلے بھی دسویں نمبر پر تھا اس نے اپنی پوزیشن برقرار رکھی ہے۔

جہاں تک فی کس چندہ دینے کا تعلق ہے، تحریک جدید میں جاپان خدا کے فضل سے دُنیا کے سب ممالک میں آگے تھا، اب سوئٹزرلینڈ نے یہ پوزیشن حاصل کر لی ہے یعنی وقف جدید کا فی کس

چندہ دینے کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ نمبر ایک ہے پھر امریکہ، پھر ایران، پھر جاپان، پھر ہالینڈ اور فرانس اکٹھے اور پھر فجی، پھر کینیڈا، پھر جرمنی اور دسویں نمبر پر یو۔ کے ہے۔ اس پہلو سے امریکہ نے اور کینیڈا نے یو۔ کے کی پیروی نہیں کی اور بچ گئے۔ کل وعدوں کا جہاں تک تعلق ہے یہ بھی میں پاکستان کے وعدے اور وصولیوں کا ذکر چھوڑ کر صرف بیرون کا کر رہا ہوں۔ سال ۱۹۸۹ء میں وعدے 63552 پونڈ کے تھے۔ اِن وعدوں میں بہت سے ایسے ممالک شامل نہیں ہیں جن سے روپیہ منتقل نہیں ہوسکتا یا جو اپنے اعداد و شمار بہت تاخیر سے بھجواتے ہیں۔ اس ضمن میں میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا شعبہ مال خدا کے فضل سے بڑی مستعدی سے کام کرتا ہے۔ اگرچہ یہاں ہمارے شعبہ حال تحریک جدید میں کوئی بھی مستقل تنخواہ دار یا تنخواہ تو ہمارے چلتی نہیں گزارا الاؤنس سمجھ لیں، گزارا الاؤنس پانے والا کارکن نہیں ہے اور صرف دو کارکن ایسے ہیں جو طوعی طور پر اور وقف کی طرح ایک خدمت بجالا رہے ہیں مگر طوعی طور پر۔ ان میں ہمارے وکیل المال یا ایڈیشنل وکیل المال کہنا چاہئے کیونکہ اصل وکیل المال تو ربوہ میں ہیں ایڈیشنل وکیل المال محمد شریف صاحب اشرف ہیں اور ان کے ساتھ چوہدری محمد رفیق صاحب خدمت سرانجام دیتے ہیں دونوں ہی خدا کے فضل سے رضا کارانہ خدمت کرنے والے والے ہیں لیکن ایسا عمدہ کام سنبھالا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک پورا بڑا دفتر کام کر رہا ہے اور گھڑی کی طرح باقاعدگی کے ساتھ اپنے اپنے وقت پر جو کام ہونے چاہئیں وہ شروع کر دیتے ہیں چنانچہ اِن کا طریق یہ ہے کہ دسمبر کے آغاز سے دو ڈیڑھ مہینے پہلے سے باقاعدہ تمام جماعتوں کو یہ خط لکھنے شروع کر دیتے ہیں کہ وقف جدید کا سال اختتام پذیر ہے آپ فوراً رپورٹیں تیار کریں اور دسمبر کے آغاز سے پہلے پہلے اس دفتر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ اس پہلو سے جماعتوں کا جو ردّعمل ہے وہ کوئی اتنا خوشکن نہیں ہے۔ لیکن گزشتہ سال کے مقابلے پر پھر بھی کچھ بہتر Response یا جواب ہے۔ گزشتہ سال ۲۰ جماعتوں نے بروقت رپورٹ بھجوائی تھی امسال 26 جماعتوں سے بروقت رپورٹیں موصول ہوئی ہیں اور جہاں تک رپوٹوں کے باقاعدہ آنے کا تعلق ہے خواہ وہ وقت پر آئی ہوں یا بعد میں تو خدا کے فضل سے 52 مختلف ممالک سے گزشتہ سال رپورٹیں آئی تھیں ان 52 کے اعداد و شمار پر انحصار کرتے ہوئے یہ اعداد و شمار جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں بنائے گئے ہیں اس لئے ان کے متعلق ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ کچھ اندازے ان میں شامل ہیں۔

رپورٹیں اب تک 52 میں سے صرف 26 کی ملی ہیں اور باقی جو رپورٹیں ہیں وہ ہم نے گزشتہ سال کے اعداد وشمار کو شامل کرلیا ہے۔ اس پہلو سے جو اعداد وشمار بنیں گے ان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتری تو ہوسکتی ہے کمی نہیں آئے گی یعنی 26 مما لک کے اعداد وشمار من وعن وہی ہیں جو واقعۃً ہیں اور باقی کے متعلق اندازہ ہے کہ پچھلے سال جیسی بھی قربانی اگر وہ کریں تو اتنی وصولی ان کی طرف سے ہو جانی چاہئے۔

اِس تمہید اور تعارف کے بعد اب میں اعداد وشمار پھر دوبارہ پڑھتا ہوں سال گزشتہ کل وعدے 63552 پونڈ کے تھے اور کل وصولی 69012 پونڈ کی تھی۔ سال ۹۰ء میں خدا کے فضل سے وعدوں میں بھی ترقی ہوئی اور 86867 کے وعدے ہوئے اور وصولی میں بھی ترقی ہوئی اور 87255 کی وصولی ہوئی۔ جہاں تک شامل ہونے والوں کا تعلق ہے گزشتہ سال یہ تعداد 23227 تھی یعنی پاکستان سے باہر کے سارے دنیا کے مما لک میں 23227 ایسے خوش نصیب تھے جنہوں نے وقف جدید کی تحریک میں حصّہ لیا۔ اِمسال 29721 ہیں یعنی کسی قدر اضافہ ہے۔ پچھلے سال بچگان کی تعداد صرف 6 مما لک سے موصول ہوئی تھی حالانکہ بچوں کے متعلق تو شروع سے ہی یہ وقف جدید بہت زور دے رہی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرف بہت توجہ دلائی کہ زیادہ سے زیادہ بچوں کو اس میں شامل کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تو خلافت کے اپنے تمام عرصے میں وقف جدید کی تحریک سے متعلق بڑوں کے چندوں کے مقابل پر بچوں کے چندوں میں زیادہ دلچسپی لیا کرتے تھے اور جب میں اعداد وشمار پیش کیا کرتا تھا تو پوچھا کرتے تھے کہ بچوں میں بتاؤ کتنا اضافہ ہوا۔ اس میں ایک حکمت یہ تھی اور بہت بڑی حکمت ہے کہ چندے سے زیادہ ہمیں اگلی نسلوں کے اخلاص میں دلچسپی ہونی چاہئے اگر ہم بچوں کو شروع ہی سے خدا کی راہ میں مالی قربانی کا مزا ڈال دیں اور اس کا چسکا ان کو پڑ جائے تو آئندہ ساری زندگی یہ بات ان کی تربیت کے دوسرے معاملات پر بھی اثر انداز رہے گی اور جس کو مالی قربانی کی عادت ہو وہ خدا کے فضل سے عبادتوں میں بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ جماعت سے عمومی تعلق میں بھی اچھا ہو جاتا ہے اور یہ اس کی روحانی زندگی کی ضمانت کا بہت ہی اہم ذریعہ ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مجھے ہمیشہ بچوں کے متعلق زیادہ تاکید کیا کرتے تھے اور سوال بھی یہی ہوا کرتا تھا کہ بتاؤ بچوں میں کتنوں نے حصہ لیا ہے۔ بعض دفعہ ہم اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے بعض دوستوں سے بڑے بڑے وعدے لے لیا کرتے تھے تو حضرت خلیفۃ

المسیح الثالثؒ کو میں نے کبھی اس پر زیادہ راضی ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ یہی کہا کرتے تھے کہ بجائے اس کے کہ بعض لوگوں سے زیادہ لو زیادہ لوگوں سے کم بیشک لو لیکن زیادہ لوگوں سے لو چنانچہ اسی لئے میں نے بھی ہمیشہ یہی زور دیا ہے کہ زیادہ تعداد میں احمدی شامل ہوں اور خصوصیت سے بچے تو امسال میں یہی توجہ دلاتے ہوئے اپنے اس خطاب کو ختم کرتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اگر چہ بیرونی جماعتیں بغیر کسی مرکزی محنت کے از خود وقف جدید کے چندے میں دلچسپی لے رہی ہیں اور دن بدن آگے بڑھ رہی ہیں لیکن اِس سال اس بات پر بہت زور دیں کہ شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھائی جائے اور اگلی نسل کے زیادہ سے زیادہ بچے بے شک کم سے کم دیں مگر وقف جدید میں ضرور شامل کر لئے جائیں۔ اُس سے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کے دین کی، ان کے اخلاص کی بھی حفاظت ہوگی اور ان کی ضمانت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ تمام دُنیا میں پھیلتے ہوئے اور مزید اُبھر کر نظر کے سامنے آتے ہوئے دینی تقاضوں کو پورا کریں اور خدا کی رضا کے مطابق ان کو پورا کر سکیں۔

اس وقت تک وقفِ جدید کی کل آمد 72 لاکھ روپے یا اس سے کچھ زائد ہو چکی ہے اور یہ 33 واں سال ہے۔ تحریک جدید کے 33 واں سال میں کل آمد کیا تھی۔ اس کا ابھی ہمیں علم نہیں لیکن غالب خیال یہی ہے کہ تحریک جدید کے 33 ویں سال میں کل آمد اس سے کم تھی۔ اس لحاظ سے اگر چہ شروع میں یہ تحریک بہت پیچھے تھی تحریک جدید کے مقابل پر لیکن بعد میں اس کا قدم تیز تر ہو گیا ہے۔ تو جب اعداد و شمار آئیں گے تو پھر آئندہ مَیں آپ کو بتا دوں گا کہ وہ موازنہ کیا ہے لیکن بہر حال ایک کروڑ کا ٹارگٹ اب ہمیں اپنے سامنے نظر آ رہا ہے۔ اگر ہم افراد کی تعداد بڑھا کر ایک کروڑ کا ٹارگیٹ حاصل کر لیں تو ایک دل کو بہت مطمئن کرنے والی بات ہوگی اور ایمان افروز بات ہوگی کہ وقف جدید کی تحریک جو بظاہر معمولی سی تحریک کے طور پر جاری ہوئی تھی وہ خدا کے فضل سے اس تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے کہ صرف اسی تحریک کا سالانہ وعدہ ایک کروڑ روپے تک پہنچ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ دعاؤں کے ذریعے بھی مدد کریں کیونکہ دُنیا میں کوئی دینی تحریک صحیح معنوں میں پنپ نہیں سکتی اور بار آور نہیں ثابت ہو سکتی جب تک آسمان سے اس کو پھل نہ لگیں اور آسمان سے پھل دعاؤں کے ذریعے ہی حاصل کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین